© rasailojaraid.com

بھا گیا، لبھا گیا۔ وہ خدا کی شان دیکھنے کا فرستان سدھارے۔ اپنے اپنے کا فرستان۔ سرخ سرخ، سفید سفید، سرد سرد اور گرم گرم کا فرستان! حبِ وطن، وطنیت اور پاکستانیت دھری کی دھری رہ گئی۔ فلسفہ کتابوں کی زینت کے سوا کچھ نہ رہا۔ تا آنکہ امریکہ اس پاکستانی ''لیبر کلاس'' کو دل دے بیٹھا۔ لیکن لیبر تو لیبر ہی ہوتی ہے۔ مل کی مالک تو نہیں ہوتی۔ لہٰذا لیبر یونینز کا مطالبہ اگرچہ یہ رہا ہے کہ لیبر کے پچیس فیصد شیئرز رکھے جائیں مگر ہوتا یہی آیا ہے کہ لیبر پچیس فیصد کر دی جاتی ہے۔ ایکسائز انسپکٹر کو ڈیوٹی بچانے کے لیے پچاس ہزار روپے دیئے جاتے ہیں۔ مگر لیبر کو بونس بھی نہیں دیا جاتا۔

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

مرگِ مفاجات ایٹمی پروگرام کی بھی ہو سکتی ہے، گوادر کی بھی ہو سکتی ہے اور ہم عوام کی بھی! ہم بھی تو ضعیف ہیں اور ہماری مرگِ مفاجات تو ''مرگِ انبوہ جشنے دارد'' کا سماں پیدا کر دے گی اور جشن منانے والے ''اسلام آبادی ہینڈی کیپس'' سلامت رہیں کہ اس پولیٹیکل لیبر سے خداوندانِ امریکہ کو بڑی ہی محبت ہے اور محبت فاتح عالم ہے۔ شجر سے پیوستہ رہ جانے کا نام بھی محبت ہے۔ اسی محبت میں بہار کا راز پوشیدہ ہے اور ہماری اس بہارِ پر بہار میں اگر کوئی رکاوٹ ہے تو مسجد، مدرسہ اور خانقاہ ہے۔ یعنی مولوی، مولانا، عالم دین، تبلیغی ورکر اور مجاہد لوگ! لہٰذا انہیں اسی طرح ختم کرنا چاہیے، جس طرح ہمارے بزرگوں ...... البوکریک اور واسکوڈی گاما نے سولھویں صدی میں ختم کیا تھا اور پھر مالا بار سے گوادر تک ہمارے بزرگوں نے جشنِ بہار منایا تھا۔ بالکل بالکل، ان ''موسلوں'' کو اسی طرح درست کرنا چاہیے۔ یہ اس کے بغیر سیدھے نہیں ہوں گے۔ ان کے دماغوں میں بنیاد پرستی اور ملّا ازم کا بھوسہ بھرا ہوا ہے۔ یہ مذہبی روبوٹس ہیں جو ''امریکی لیبر'' کا راستہ روکنا چاہتے ہیں۔ یہ ترقی اور روشن خیالی کے دشمن ہیں۔ ان کو ختم کر دو، مٹا دو۔ علامہ اقبال نے بھی فرمایا ہے:

جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

لیکن پاکستانی حکمرانوں اور سیاستدانوں جیسی امریکی لیبر کو معلوم نہیں کہ جو اندھیرا انہوں نے پھیلا رکھا ہے وہ رات بھر کا مہمان ہے۔ روشنی ...... دین ہے اور صرف دین ہے۔ اطاعتِ رسول ﷺ ہی اطاعتِ ربّ ہے اور یہ نہ تو بنیاد پرستی ہے نہ ملا ازم۔ یہ روشنی پھیلے گی، ضرور پھیلے گی اور سویرا ہو کے رہے گا۔

باطل کا بے ہنگم غوغا کوئی دم کا مہماں ہے
کوئی شور دبا نہیں سکتا مست الست اذانوں کو

(۱۰ر فروری ۱۹۹۵ء)

☆......☆......☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سید محمد معاویہ بخاری

طلعتِ شوق کی تنویر یونہی ہوتی ہے

محبت شعار دوستوں کی فرمائشیں اور سوالات بھی عجیب ہوتے ہیں۔ وہ ہر بات حسبِ منشاء سننے کے خواہش مند اور ہر سوال کا تفصیلی جواب چاہتے ہیں۔ مجھ جیسے کمزور انسان کی مجبوریوں اور بے سروسامانی سے انہیں کوئی غرض نہیں ہوتی۔ بس وہ چاہتے ہیں جو ان کے دل میں ہے' ویسا ہو جائے مگر......

سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوں کی تعبیریں کہیں؟

چند روز پہلے کراچی، لاہور، رحیم یار خان اور راولپنڈی سے موصول ہونے والے خطوط کم و بیش ایک ہی عنوان سے مربوط ہیں۔ خطوط لکھنے والے آشفتہ مزاجوں کو اپنے رہنماؤں سے گلہ ہے کہ مذہبی و سیاسی حوالوں سے ملک بھر میں جو کچھ ہو رہا ہے' اس پر ان کی مصلحت آمیز خاموشی افسوسناک ہے۔ بے حیائی، عریانی و فحاشی کا سیلاب بڑھ رہا ہے۔ میڈیا پر دین اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی معمول بن چکی ہے' اس پر احتجاج کیوں نہیں کیا جاتا؟ دینی قیادتیں باطل نظریات کے خلاف متحد ہو کر کسی تحریک کا آغاز کیوں نہیں کرتیں؟ اخبارات و جرائد اور ٹیلی میڈیا پر دین بارے کی گئی بدتمیزیوں کا منہ توڑ جواب کیوں نہیں دیا جاتا؟ اسی نوعیت کے دیگر کئی سوالات بھی پوچھے گئے ہیں۔ جن کا جواب عالی مرتبت قائدین کے پاس ہے اور وہ مجھ عاجز کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے۔ میں تو ایسے گھٹن زدہ ماحول کا باسی ہوں۔ جہاں زندگی بہت چھوٹے دائروں میں گھومتی اور ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا خطوط لکھنے والے کرم فرماؤں کی خدمت میں یادآوری کا اعزاز بخشنے پر سوائے ہدیہ تشکر و سپاس کے اور کچھ پیش نہیں کر سکتا۔ مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ بجھی راکھ سے چنگاریاں تلاش کرنے کا ہنر مجھے بالکل نہیں آتا۔ یوں بھی دل کے نہاں خانوں میں تھپک تھپک کر سلائے گئے سرکش جذبوں کی جوت جل اٹھے تو بڑا قہر برپا ہوتا ہے۔ خیمۂ جسم وجاں کی طنابیں ٹوٹنے لگتی ہیں۔ معصوم دینی جذبات کی لو سے زندگی کی حرارت سمیٹنے والے سادہ لوحوں کو یہ سمجھانا بہت مشکل ہے کہ حلقۂ جسم وجاں پر وارد ہونے والی کیفیتوں اور ان کے مہلک اثرات سے روح وجسم، عقل وشعور اور دل ونگاہ کو بچائے رکھنا ایک حد تک ہی ممکن ہوتا ہے۔ خارجی عوامل کی دست درازیاں بہرحال یہ کیفیت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں کہ عقل ماؤف ہو جائے اور دل کی ہموار دھڑکنیں بہ یک ساعت ڈوبنے لگیں۔ حوادث کی یلغار فکر وشعور کے غزالانِ خوش مزاج کو بھی ذوقِ سبک خرامی سے محروم کر سکتی ہے۔ غم روزگار سے جوجھتی اور حالات کی ستم گری سے بے حال مخلوق کی آزمائش کے لیے نئے ڈھب کے طور طریقے بھی روشن خیال فکر کی زنبیل سے برآمد ہو سکتے ہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وقت کی پرپیچ وادیوں میں لڑکھڑاتی اور بے ترتیب راستوں پر ہچکولے کھاتی زندگی کا خستہ حال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دامن عصرِ حاضر میں نمودار ہونے والی جدید اصطلاحوں کی خاردار جھاڑیوں میں الجھ کر تار تار ہو جائے۔ بہت کچھ ایسا ہو سکتا ہے...... بلکہ ہو رہا ہے جو عقل و شعور کے ضابطوں سے ماورا ہے اور بے اختیار و مجبور، سادہ لوح رعایا کو حیرت زدہ کئے ہوئے ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عہدِ جدید اختراعات کا دور ہے اور ان کی چکا چوند لمحہ بھر کے لیے ہی سہی مگر آنکھوں کو خیرہ ضرور کر دیتی ہے۔ ظاہری اسباب کی کرشمہ گری اپنی جگہ برحق لیکن ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عالم اسباب کی بے توقیری ایجاد کاروں کا اوّلین مشغلہ ہے۔ جدید لغت سے ناممکنات کا لفظ دورِ حاضر کی افلاطونی دانش نے اسی لیے متروک قرار دے کر نکال دیا ہے کہ اسے اپنی ناہموار ایجادات کے ذریعے فکر و نظر اور اخلاق و اعمال کے روشن حوالوں کو بے نور ثابت کرنا ہے۔ کشتگانِ مہر و وفا کے لیے حالات کی نقشہ گری کا یہ رخ بے شک تکلیف دہ اور اعصاب شکن ہے لیکن ہمیں کسی انہونی کے ظہور پر تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ وطن عزیز کی تاریخ اپنے آغاز سے ہی عجائبات کی تاریخ ہے۔ مخلصین قوم، بے ریا جذبوں اور ایمانی ولولوں کی پامالی کے ان گنت باب رقم ہوتے کھلی آنکھوں نہ صرف دیکھ چکے بلکہ مسلسل دیکھ رہے ہیں۔ یہ سچائی کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ آغاز سفر میں ہمارا پہلا قدم جس عزم و شان اور ثبات و تہوّر سے اٹھا تھا۔ آج معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اب رہنمائی کے لیے اٹھنے والے ہر قدم سے ارادوں کی شکستگی صاف صاف دیکھی جا سکتی ہے۔ رہبرانِ قوم کچھ بھی کہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ چاروں طرف پھیلی مایوسی اور بددلی نے ڈولتے قدموں کی بے ثباتی عیاں کر دی ہے۔ واہموں کی آکاس بیلیں دل و دماغ میں پروان چڑھتے جذبوں سے لپٹ کر اپنی وحشت ناک گرفت مضبوط کر لیں تو انجانے خوف کو نقب لگانے کا موقع مل ہی جاتا ہے اور اسی خوف کے زیر اثر اٹھتے قدموں میں لغزشوں کے امکانات نہ صرف دو چند ہو جاتے ہیں بلکہ رہنمائی کے شجرِ سایہ دار کا بے ثمر ہو جانا ایک بدیہی حقیقت بن جاتا ہے۔

ہمارے ظلِ الٰہی کے مزاج کی برہمی، بے چینی اور لب و لہجہ کی تلخی اس امر کی عکاس ہے کہ قوم کو اپنے اکھڑ ارادوں اور شدت آمیز فرمانوں کی چھڑی سے من چاہے راستوں پر دھکیلنے میں انہیں بری طرح ناکامی ہو رہی ہے۔ اخباری بیانوں، پریس کانفرنسوں، عالمی میڈیا کو دیئے گئے انٹرویوز اور عوامی جلسوں میں برملا کہا جا رہا ہے کہ انتہا پسندوں کا راستہ روکو۔ انہیں ووٹ مت دو۔ یہ قوم کو ہمارے روشن خیالی کے ایجنڈے کے برعکس ۱۵ سو برس پہلے کے دور میں لے جانا چاہتے ہیں۔ جارج بش کی زبان سے بھی یہی فرمان صادر ہوا ہے کہ پاکستان کے مذہبی انتہا پسندوں کا خاتمہ ضروری ہے۔ اگر یہ لوگ برسرِ اقتدار آ گئے تو دنیا کی پہلی مسلم ایٹمی سلطنت کے تیور بگڑ جائیں گے اور عالمی امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ حالات کی نوعیت دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ دو روشن خیال مقتدروں کی یک رنگی و یک زبانی تعجب انگیز ہرگز نہیں لیکن ایک مسلم سربراہِ مملکت کا طرزِ خطاب قوم کے لیے حیرت انگیز ضرور ہے۔

دین پسندوں کے ایوانِ اقتدار تک پہنچنے کا خوف اسی لیے پیدا ہوا ہے کہ دلوں میں بہتے ایمان و یقین کے سوتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خشک ہوگئے ہیں۔خودکوآسمانی قوانین کی زد سے بچالینے کازعم رکھنے والے حکمران ایسے عبرتناک انجام سے دوچار ہیں کہ اب واشنگٹن کی عالی بارگاہ سے جاری ہونے والے قہرمانی فیصلوں کے سامنے انہیں سرنیازِخم کرنا پڑ رہا ہے۔آسمانی احکامات کی اطاعت...... جوسراپا خیروبرکت اورامن وعافیت کی ضامن تھی......آج اس سے روگردانی کی سزا پسپائی ، نامرادی اور ذلت کی صورت مل رہی ہے۔

اسلام آباد کے عیش کدوں میں راحتوں کی نیندسوتے مقتدر بیشک تسلیم نہ کریں مگر سچ یہی ہے کہ ''پاکستان کا مطلب کیا لاالہٰ الا اللہ'' ہمارے طے شدہ سفر کا عنوانِ اوّل تھا۔لیکن عیار ومکار طالع آزما اپنی فریب کاری سے عنوانِ منزل تبدیل کرتے چلے گئے اورآج عنوانوں کی کشیدہ کاری کا یہ سلسلہ اسلامی جمہوریت اوراسلامی سوشلزم کی عفونت گاہیں عبورکرتا روشن خیالی ،لبرل ازل اورحقیقی جمہوریت کی ہلاکت آمیز دلدل تک آپہنچا ہے۔۵۷ برسوں کی منفرد روایت ابھی تک برقرار ہے کہ ہم جھوٹ پر جھوٹ بولے چلے جارہے ہیں۔قوم کو جارج ڈبلیو بش کی مرتب شدہ آزاد نظم کا وہ بند جھوم جھوم کرسنایا جارہا ہے۔جس کی تشریح کے مطابق اسباب حیات کی بڑھوتری کے تمام سرچشمے روشن خیالی سے ہی پھوٹتے ہیں۔بڑی ڈھٹائی سے کہا جارہا ہے کہ ترقی وخوشحالی کا یہی وہ آخری مستقر ہے جسے تلاش کرتے ہوئے ڈھائی لاکھ عصمتیں پامال اور دولاکھ زندگیاں قربان ہوئی تھیں۔گویا قیام وطن کا اساسی نظریہ ہوا کے ہاتھوں پر ابھرنے ولا وہ نامعتبر عکس تھا جو حالات کی شدت بڑھتے ہی معدوم ہو چکا ہے۔

نصف صدی پر محیط تضاد بیانی کا انجام اس سے زیادہ بھیانک اور کیا ہوسکتا ہے کہ حکمران طبقہ ایک گمراہ کن مفروضہ کی تشہیر وترویج کے درپے ہے اوراساسی نظریات کی بنیادیں مسمار کرنے پر تلا بیٹھا ہے۔گزشتہ پانچ برسوں سے جاری بے رحم میڈیائی مہم اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ''نظریۂ پاکستان'' جو ہمارے آئین کا بنیادی ستون ہے۔اس کی بیخ کنی کی جارہی ہے۔وطن عزیز کا مستقبل صیہونیت کے ایجنٹ ''بدفکر تھنک ٹینکوں'' کی تیارکردہ خرادمشینوں میں کس دیا گیا ہے۔

وفاقی وصوبائی ''تعلیمی (Curriculums) کریکولموں'' کے شہ دماغوں کے بارے میں کم سے کم مذمتی الفاظ میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ بے دین روشن خیالی کے ایسے تیز دھار بلیڈ ہیں جونسل نو کے قلوب واذہان پر ثبت ایمان وعقیدہ اوراخلاق واعمال کی محافظ پرتیں بڑی مہارت سے کاٹ کراُسے بے لباس کررہے ہیں۔عریانی وفحاشی کی بدکار فصلوں کی افزائش اوراُن میں برگ وبار جلد لانے کے لیے امدادی ڈالروں کی کھاد ڈالی جارہی ہے ،سیکولرازم کے جوہڑوں میں برسوں سے رکا ہوا زہرآلود غلاظت کا انبار قوم کی جڑوں میں بے دریغ انڈیلا جارہا ہے۔یہ کیسا عبرت ناک منظر ہے کہ ۱۴کروڑ پاکستانی عوام کا انبوہِ مجبور ''نائن الیون'' کے بعد (علاماتِ قیامت بن کر) طلوع ہونے والے ستونِ آتش کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آگے بدحواس ہوکر بھاگ رہا ہے۔اور اس عرصہ ابتلاء میں کوئی ان کا پرسان حال نظر نہیں آتا۔حکمرانوں کے تیور کچھ اور ہی دکھائی دیتے ہیں۔وہ ابتلاء و آزمائش کی خونخوار لہروں میں بہتی قوم کو ایسے گمنام جزیروں میں لے جانا چاہتے ہیں۔جہاں بقول ان کے دائمی عافیتوں کے خیمے نصب ہیں۔قوم کو اس حقیقت سے آگاہ نہیں کیا جارہا کہ امن وسلامتی کے مفروضہ جزیروں اور ترقی وخوشحالی کی روشن خیال بستیوں تک پہنچنے کی شرائط دراصل دین متین کے تعمیر کردہ پاکیزہ معاشرتی ضابطوں کا ڈیتھ وارنٹ ہیں۔یہ شوگر کوٹڈ زہرناک منصوبہ عالمی استعمار کے قائد ابلیس اعظم کی ایجاد ہے۔اے کاش! قوم یہ جان سکتی کہ اس منصوبہ کی کامیابی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اہالیانِ پاکستان دینی اقدار کی پامالی پر آمادہ ومتفق نہیں ہوجاتے۔آزاد میڈیا کی تخم ریزی اسی لیے کی گئی ہے تاکہ ننگی تہذیب کے متوالے گھر گھر سے نمودار ہوکر اہل دین پر سنگ باری کے لیے نکل کھڑے ہوں اور اس تأثر کو مضبوط کیا جاسکے کہ پاکستانی عوام کی اکثریت مغرب وامریکہ سے درآمد شدہ تہذیبِ نو کے سانچے میں ڈھلنے پر آمادہ وتیار ہوچکی ہے۔کتھک ڈانس کی ماہر زنکیوں اور عریاں فلموں کی آبرو باختہ ایکٹریسوں، بے لحاظ فیشن ڈیزائنروں اور چند ہزار روپے کے عوض بے لباس ہوجانے والی بے حیا ماڈل گرلز کے انٹرویوز اسی لیے نشر کئے جاتے ہیں اور انہیں رول ماڈل شخصیات بنا کر اسی غرض سے سامنے لایا جارہا ہے تاکہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بے روح نصاب کے چنگل میں پھنسی ہوئی نسل ان کے گلیمر انگیز کارناموں کی اتباع اپنا مقصودِ حیات بنالے۔

جس ملک کی آئینی شق میں یہ ضابطہ موجود ہو کہ مملکت کا کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جاسکتا۔ کوئی عریاں آئیڈیالوجی سرکاری سرپرستی میں رواج نہیں پاسکتی۔اسی ملک کے میڈیا پر ایک ''کتھک نرتکی'' برملا اعلان کررہی ہے کہ پاکستان کے سکولوں، کالجوں میں قرآنی تعلیمات کے بجائے اعضاء کی شاعری ''فن رقص'' کو لازم قرار دیا جائے۔فلم نگر کی جنسی بلیاں بے لباسی اور بوس وکنار کو آرٹ کا حصہ اور کردار کی ضرورت بتارہی ہیں۔ان کی بے حیائی اور کھلی بے غیرتی ودیوثی کو ٹی وی مذاکروں میں خداداد ٹیلنٹ ثابت کیا جارہا ہے۔حکمران جماعت کے ایم این اے اور وزیر ثقافت فرمارہے ہیں کہ......آرٹ کو زمان ومکان کی حدود میں قید نہیں کیا جاسکتا۔پاکستان کے انتہائی غریب وپسماندہ دیہی علاقوں میں تھیڑوں کا قیام بھی روشن خیال ایجنڈے کا حصہ ہے......ایک مخصوص گروہ کے ذریعے اس بازار کی بے حیا چھنالوں کی یلغار اُن قصبہ نما شہروں پر کرائی جارہی ہے۔جہاں ہموار راستوں سے لے کر پینے کے صاف پانی کی بوند تک دستیاب نہیں ہے۔مظفر گڑھ، کوٹ ادو، لودھراں، کہروڑ پکا اور میلسی جیسے زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم دیہی آبادیوں میں تھیڑوں کا قیام اور سٹیج ڈراموں کی آڑ میں عریاں مجروں کی بھرمار اور شراب وشباب سے لطف اندوز ہونے کی کھلی سرپرستی علاقے کی ترقی وخوشحالی کے عنوان سے منسوب کی جارہی ہے۔کوئی نہیں جانتا کہ جنسی درندوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہاتھوں بے آبرو ہونے کے بعد این جی اوز اور میڈیائی مہم کا تختۂ مشق بننے والی مختار مائی اور ڈاکٹر شازیہ اسی ترقی پسند اور مادر پدر آزاد روشن خیال معاشرے کے برگ و بار کی علامات ہیں۔ جس کی ترویج و ترقی کے لیے صرف حکومتی وسائل ہی نہیں مشیرانِ باتدبیر کی ذہنی وجسمانی توانائیاں بھی صرف ہو رہی ہیں۔

مجھ ناتواں کو خط لکھنے والے دیوانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ نئے زاویوں میں ڈھلتے ہوئے حالات ہمارے مجموعی طرزِ عمل کا نتیجۂ بد اور اُس آسمانی قہر کی نشانیاں ہیں، جن کے رونما ہونے کی اطلاع وحیِ مبین کلام اللہ...... ''قرآن مجید'' میں ۱۵ سو برس پہلے کر دی گئی ہے۔ ایک خدامست درویش ''سید ابوذر بخاریؒ'' نے ایسے ہی غارت گر حالات کا نقشہ اپنے الفاظ میں کھینچتے ہوئے کیا خوب کہا تھا:

کپکپاتی ہیں اگر وحشتیں ڈرتے کیوں ہو
طلعتِ شوق کی تنویر یونہی ہوتی ہے
چشمِ ایام سے خوں بن کے برستا ہے جلال
جب وہ اخلاق کی نکبت پہ لہو روتی ہے

☆......☆......☆

بقیہ از صفحہ ۴۷

خواجہ صاحب کی تحقیق کے نتیجہ میں ایسی ایسی کتابیں شائع ہوئی ہیں جن کے نام بھی یاد رکھنا مشکل ہیں۔ ہم تو بس اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ خامہ بگوش تھے اور جب چاہتے تھے کان پر سے قلم اتار کر تلوار کی طرح ہاتھ میں لے لیتے تھے۔ ان کے پاس مرزا سودا کا کوئی غنچہ نہ تھا کہ آواز لگاتے: ''غنچہ ذرا لانا تو میرا قلمدان''

مرزا سودا اپنا قلم، قلمدان میں اور خواجہ صاحب کان پر رکھتے تھے۔ غالب نے تو یہ کام صرف خط لکھنے کے لیے کیا تھا، خواجہ صاحب خط کھینچ دیتے تھے۔ ان کے لیے ہی شاید میر انیس نے کہا تھا۔

مری قدر کر اے زمین سخن
تجھے بات میں آسماں کر دیا

خدا اپنی رحمتیں ان پر نازل کرے اور ان کے درجات بلند کرے، شاید وہ اس وقت منکر نکیر کو اپنے کالم سنا کر محظوظ کر رہے ہوں۔ آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے۔ سخن در سخن کا سخن طراز آج بے سخن ہوا۔

(مطبوعہ: ہفت روزہ ''تکبیر'' کراچی۔ ۲ / مارچ ۲۰۰۵ء)

© rasailojaraid.com